© rasailojaraid.com

وفیات

حکیم العصر کی رحلت

مولانا شفیق احمد بستوی

گذشتہ سال ۵/مئی ۲۰۱۴ء کو دار العلوم فتحیہ احمد پور شرقیہ میں ختم بخاری شریف کے ایک مبارک پروگرام میں احقر کو حضرت مولانا عبدالمجید صاحب لدھیانویؒ شیخ الحدیث جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا کی صحبت میں چند ساعتیں گزارنے کا موقع نصیب ہوا، حضرتؒ نے بخاری شریف کا آخری سبق طلباء کو پڑھایا اور حاضرین جلسہ سے بہت ہی سادہ مگر صاف صاف الفاظ میں ایسی پُر مغز و دل پذیر باتیں اِرشاد فرمائیں کہ دِلوں میں اُترتی چلی گئیں، چناں چہ احقر کے وجدان نے بھی یہ محسوس کیا کہ حضرت مولانا مرحوم گو کہ بہت شعلہ بیان خطیب اور گھن گرج والے اسلوب کے مقرر تو نہ تھے لیکن نہایت سادہ شستہ انداز میں حکیمانہ اسلوب کلام کے ماہر ضرور تھے، آپ کی باتیں بڑی دِل گداز اور پُر اثر ہوتی تھیں، بخاری شریف کے اس آخری دَرس میں حضرت مرحوم نے جو کچھ باتیں حاضرین جلسہ سے اِرشاد فرمائیں ان کو سن کر اہل علم طبقہ اور دِین دار طبقہ کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، اور اس طبقہ کی توہین و تحقیر کرنے والوں کی شقاوت و بدبختی کا واضح طور پر پتہ چلتا ہے، اس خطاب کا خلاصہ نذرِ قارئین کرنے کی سعی کر رہا ہوں:

''حضرتؒ نے سورۃ المؤمنون کے آخری رکوع کی آیات پڑھ کر اِرشاد فرمایا کہ قیامت کے دن جب حساب کتاب ہوگا تو جن لوگوں کا نیکیوں کا پلّہ ہلکا ہوگا وہ ناکام و نامراد لوگ ہوں گے جو کہ جہنّم میں ہمیشہ کے لیے ڈال دیئے جائیں گے اور جہنم کی آگ ان کے چہروں کو جھلسا رہی ہوگی، اس میں ان کی صورتیں جل جل کر بگڑ جائیں گی (پھر اُن سے کہا جائے گا) کہ کیا میری آیات تم کو سنائی نہیں جاتی تھیں تم جن کو جھٹلاتے تھے؟ وہ جہنمی لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رَب! ہماری بدبختی ہم پر غالب آچکی تھی اور ہم رَاہِ رَاست سے بھٹک چکے تھے لہٰذا اے ہمارے پروردگار ہمیں اس جہنّم سے نکال دے چناں چہ اس کے بعد اگر ہم یہ غلطی کریں تو یقیناً ہم ظالم قرار پائیں گے''۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت نے فرمایا:

یہ جہنمی طبقہ اِتنا زیادہ مبغوض عنداللہ ہوگا اور اِس قدر قابلِ نفرت ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اُن کی بات سننا بھی پسند نہیں کریں گے، اِتنی شدید ناراضگی کا اِظہار کسی اور دوسرے طبقہ کے لیے قرآن میں منقول نہیں ہے، ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ یوں فرمائیں گے: تم لوگ ذلت کے ساتھ اسی جہنم میں پڑے رہو اور مجھ سے بات بھی مت کرو!'' یعنی کہ اُن لوگوں کی بات بھی اللہ تعالیٰ کو سننا گوارا نہیں ہوگا، اُن لوگوں کا گناہ کیسا گناہ ہوگا یا اُن کا جرم کتنا بڑا جرم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو ایسی شدید دھمکی کے لہجہ میں یوں ڈانٹیں گے اور بات کرنے بھی نہیں دیں گے؟ اللہ تعالیٰ پھر خود ہی فرمائیں گے'' بات یہ ہے کہ میرے بندوں کی ایک جماعت ایسی تھی جو یہ کہا کرتی تھی کہ اے ہمارے رَب! ہم اِیمان لائے لہٰذا تو ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما اور تو بہترین رحم کرنے وَالا ہے، تو تم لوگوں نے اُن کا مذاق اُڑایا اور اِس قدر مذاق اُڑایا کہ اس مذاق کے سبب تم مجھے بھول گئے اور تم اُن لوگوں کی ہنسی اُڑاتے رَہتے تھے'' یعنی وہ اِیمان وَالے لوگ وہ تھے جو کہ شب وروز اللہ اللہ کرتے تھے اور اس سے دعاؤں اور مناجات کرنے میں مشغول ومنہمک رہتے تھے، آج کے دور میں اگر غور کیا جائے تو یہ طبقہ یہی طلباء وعلماء کا طبقہ ہے جو کہ شب وروز قال اللہ اور قال الرسول کے ورد میں مشغول رَہتا ہے، اُن کا یہ علم دِین میں مشغول رہنا ہی اللہ کو یاد کرنا ہے، اس طبقہ کی توہین وتحقیر، اس کا مذاق ومضحکہ آج کل بہت سے لوگوں کا شغل بنا ہوا ہے، اور اس عمل کی قباحت اور اس کے گناہ کی سنگینی کا احساس نہیں کیا جارہا ہے، حالانکہ ان اہلِ علم لوگوں کا تمسخر واِستہزاء اِتنا بھیانک گناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر نہ صرف یہ کہ ایسے گناہ گاروں کو جہنم میں ڈالیں گے بلکہ اُن کو اِس قدر ذلیل فرمائیں گے کہ جہنم میں ڈال کر جلا کر بھی یہ فرمائیں گے کہ تم اس میں ذلیل پڑے رہو اور مجھ سے بات بھی مت کرو'' اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آج کے دِن جن لوگوں کا تم مذاق اُڑاتے تھے اُن کو میں نے اُن کے صبر کے بدلہ یہ صلہ دِیا کہ وہ کامیاب قرار دِیئے گئے یعنی کہ آخرت کے دِن یہی اللہ اللہ کرنے وَالے اور قال اللہ اور قال الرسول کرنے وَالے خوش نصیب لوگ ہی کامیاب ہوں گے، اور کامیاب ہونے وَالوں کا مقام ومرتبہ اللہ کی جنت ہے۔''

حضرت علیہ الرحمہ نے اِس مضمون کو ایسے دِل نشین انداز میں بیان فرمایا کہ تمام ہی لوگ کچھ دیر کے لیے ایسا لگا کہ محو حیرت ہوگئے، کہ یہ مدارِس دینیہ میں قرآن وسنت کی تعلیم وتعلّم کا معمول رکھنے والے طلباء وعلماء ہی اس طبقہ کا مصداق ہیں جن کے اِستہزاء وتمسخر کو عذاب جہنم کا سبب قرار دِیا گیا ہے، اس گفتگو سے علماء وطلباء، مدارِس کی اہمیت وفضیلت کا خوب وَاضح طور پر احساس ہوا، اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو بھرپور جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ آرائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے، آپ لدھیانہ ضلع کی تحصیل جگراؤں کے موضع سلیم پور میں ۱۹۳۴ء میں پیدا ہوئے تھے، تقسیم وطن کے موقع پر ہی خاندان کے ساتھ ہجرت فرمائی اور اپنی تعلیم کے مراحل ملتان کی معروف دینی درس گاہ جامعہ قاسم العلوم کی علمی و روحانی فضاؤں میں مکمل فرمائے، یہ ۱۹۵۶ء کی بات ہے جب آپ تحصیل علم سے فارغ ہوئے تو معاً ہی ذمہ دارنہ زندگی کا آغاز ہوا اور جامعہ نعمانیہ شہر کمالیہ میں تدریس کا آغاز فرمایا، کچھ عرصہ بعد حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ (ناظم جمعیت علمائے اسلام و وزیر اعلیٰ سرحد) کے ایماء پر جامعہ قاسم العلوم ملتان میں تدریس کا عمل شروع فرمایا جو ایک سال جاری رہا، اس دوران آپ حدیث و تفسیر و فقہ اور دیگر علومِ اسلامیہ کی تدریس فرماتے رہے، اس کے بعد دارُ العلوم کبیر والہ سے ہوتے ہوئے جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا تشریف لے گئے اور پھر ۱۹۷۳ء سے تابقاء حیات تدریسی خدمات میں مشغول رہے، آپؒ اس ادارہ کے شیخ الحدیث رہے اور بخاری شریف کا درس دیتے رہے، آپ نے اس جامعہ باب العلوم میں صرف حدیث شریف کی تدریسی خدمات انجام نہیں دیں بلکہ آپ نے تفسیر قرآن کی بھی بڑی مرتب انداز میں خدمات انجام دی ہیں، علاوہ ازیں طلباء اور عوام الناس کی دینی و روحانی تربیت کے لیے اصلاحی بیانات، کا ایک مفید ترین سلسلہ بھی جاری رکھا جو ہفتہ وار ترتیب پر عموماً رہتا تھا جس سے سیکڑوں ہزاروں نفوس نے علمی و روحانی استفادہ حاصل کیا ہے، حضرتؒ کے اصلاحی مواعظ کو کتابی شکل میں مرتب کیا گیا ہے جو اب تک بارہ جلدوں میں شائع ہو کر منظر عام پر آچکے ہیں۔ احقر راقم الحروف نے حضرتؒ کے ان اصلاحی مواعظ سے استفادہ کیا ہے اور یہ ”خطباتِ حکیم العصر“ ہی وہ پہلا سبب ٹھہرے جن کے ذریعہ احقر حضرت مرحوم کی علمی شخصیت سے آگاہ ہوا، اس کتاب کی جلدوں پر لفظ ”حکیم العصر“ پڑھ کر کبھی ذہن میں سوال اُٹھتا تھا کہ مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کو کس نے ”حکیم العصر“ کا لقب کیوں دیا ہے؟ اور یہ لقب تو میرے شیخ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے لیے زیادہ موزوں و مناسب معلوم ہوتا ہے، اس قسم کے خیالات بار بار ذہن میں آتے تھے لیکن جب حضرت مرحوم کے خطبات کا مطالعہ شروع کیا اور پھر بالمشافہ دارُ العلوم فتحیہ احمد پور پنجاب میں حضرتؒ کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور حضرتؒ کی صحبت میں بیٹھ کر حضرتؒ کے فرمودات اور علمی گفتگو سننے کا موقع ملا تو دِل نے گواہی دی کہ واقعی جس نے بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ”حکیم العصر“ کا لقب دیا ہے وہ بالکل موزوں و مناسب ترین ہے، اللہ تعالیٰ نے حکمت بالغہ کا حصہ وافرہ آپ کو عطا فرمایا تھا، جو آپ کی گفتگو میں سادگی سے ہم آہنگ ہو کر اس قدر مؤثر انداز میں محسوس ہوتی تھی کہ سامعین و شرکاءِ مجلس نہایت آسانی سے مقصد کلام کو سمجھ جاتے اور مطلوبہ اثر بھی پا جاتے تھے، جس کی ایک جھلک آپ نے بھی اُوپر کی چند سطروں میں درج مضمون میں دیکھ لی ہوگی۔

حضرت لدھیانوی مرحوم نے اپنی بھرپور علمی و عملی زندگی میں درس و تدریس کے ساتھ اصلاح و تزکیہ کے میدان بھی بڑی خدمات انجام دی ہیں، علاوہ ازیں حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کندیاں شریف علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزی کے طور پر آپ کا اِنتخاب عمل میں آیا، اس پلیٹ فارم سے بھی آپ نے اپنی پیرانہ سالی، ضعف وامراض اور تقاضائے عمر پیش آوردہ عوارض کے باوجود بہت سارے اسفار کیے اور تحفظ ختم نبوت کی محنت کو گویا اپنی زندگی کا سب سے اہم مشن سمجھا جس کی خاطر وہ ہمہ وَقت تیار رہتے تھے، اور حقیقت بھی یہ ہے کہ تحفظ ختم نبوت کی محنت دَراصل وہ عظیم القدر محنت ہے جس کو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارت ونمائندگی سے تعبیر کیا جائے تو کسی صورت بھی بے جا نہ ہوگا، ایمان کی تکمیل اور اس کی اعلیٰ سطح تک تعمیر کے لیے اس سفارت ونمائندگی کی محنت سے بڑھ کر اور کیا محنت ہوسکتی ہے، حضرت لدھیانوی علیہ الرحمۃ کی اِس قدر ہمہ جہت خدمات سے مربوط شخصیت اِس بات کا اِشارہ دیتی ہے کہ حضرتؒ کوئی عام آدمی نہ تھے بلکہ ایک عبقری شخصیت کے مالک تھے، آپؒ نے اکیاسی سال کی عمر پائی اور آخرِ عمر میں جب کہ کسی نہ کسی سہارے اور معاون مددگار کی سخت ضرورت ہوتی ہے اس عمر میں بھی حضرت علیہ الرحمۃ نے بڑے مجاہدے کے حالات گذارے اور اپنی صحت اپنی مشغولیت اور قوم وملت کی خدمات کے ساتھ خود کو ایسا رکھا کہ عام آدمی یہ سمجھ ہی نہیں سکتا تھا کہ گھریلو مشاغل میں بھی حضرتؒ اپنی درد آپ کے تحت پیرانہ سالی کے اوقات بسر کر رہے ہیں، ہمہ وَقت چہرے پر بشاشت غالب رہتی، زبان پر کبھی حرفِ شکوہ نہ سنا جاتا تھا، حضرتؒ سے ملاقات کے لیے احقر کے دوست جناب قاری اللہ بخش صاحب احمد پوری تشریف لے گئے اور ختم بخاری شریف کے لیے وَقت کی دَرخواست لے کر پہنچے تو ملاقات کے دَوران مہمان نوازی اور تواضع کے طور پر خود ہی کچھ چیزیں لائے تو مہمانوں کی نظروں سے سوالیہ کیفیت محسوس کرتے ہوئے حضرتؒ نے جواب دِیا کہ بھائی میرا تو گھر ہے نہیں! یعنی کہ گھر وَالی پہلے ہی اللہ کے پاس چلی گئی اِس لیے کہہ رَہا ہوں کہ گھر نہیں ہے اور حضرتؒ کے ہاں بہ مشیت ایزدی کوئی اولاد بھی نہ تھی، سبحان اللہ! اس کے باوجود ایسی شانِ اِستغناء کہ قربان جایئے! بس یہی عقیدہ ہے جس کو ''مَنْ کَانَ اللّٰہَ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ'' پر غور کر کے ہی سمجھا جاسکتا ہے اور حل کیا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب علیہ الرحمۃ کو اُن کی ہمہ گیر خدمات کے صلہ اپنے شایانِ شان بھرپور جزائے خیر عطا فرمائے، اور اپنی رحمت کے سایہ میں اعلیٰ مقام قرب نصیب فرمائے اور جس محنت کو وہ اپنے رُوحانی و دینی پسماندگان کے لیے چھوڑ گئے ہیں اُس کو تا قیامت جاری وساری فرمائے، ''وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ''۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ وصحبہ اجمعین وسلم

☆......☆......☆

© rasailojaraid.com